



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ



سلسلہ
اِشاعت
نمبر 37

سیرتِ خلفاءِ راشدین

حقیقت بارغندگ

مرتبہ

حافظ عبدالوہید حنفی حکیم

مکتبہ حنفیہ پرنٹر، پبلشر، بک سیلر اینڈ جنرل آرڈر سپلائر

عزنی سٹریٹ 38 اردو بازار لاہور 4955890-0343



نام کتاب:	حقیقت باغِ فدک	سلسلہ اشاعت: 37 بار اول
مؤلف:	حافظ عبدالوحید الحنفی آؤڈھروال (چکوال)	0313-5128490
صفحات:	48	قیمت: 30 روپے
ٹائٹل:	ظفر محمود ملک	0334-8706701
کمپوزنگ:	النور پرنٹنگ ہنوال روڈ چکوال	
طباعت:	15 شعبان 1433ھ مطابق 6 جولائی 2012ء بروز جمعہ المبارک	
ناشر:	مکتبہ حنفیہ اردو بازار لاہور	0343-4955890

فہرست عنوانات

3..... حقیقت باغِ فدک	(۵) ابراہیم بن موسیٰ کی روایت کے الفاظ
4..... تحقیقی سوال و جواب قضیہ فدک	25.....
(۱) حدیث لا نورث متفق علیہ ہے..... 15	26..... تحقیق
(۲) حدیث لا نورث کتب شیعہ میں بھی	28..... لفظ غضبت راوی کی ملاوٹ ہے
موجود ہے..... 15	29..... حدیث میراث نبوی
(۳) میراث نبوی مالی کی نفی کتب شیعہ میں	حضرت فاطمہؓ کا صدیق و فاروق سے راضی
16.....	30..... ہونا
(۴) محمد بن حنفیہؒ کو وصیت علیؓ کہ فقہا انبیاء	ازواج مطہرات نے بھی ترکہ کی تقسیم کا مطالبہ
کے وارث ہیں..... 17	31..... ترک کر دیا تھا
(۵) حضور ﷺ نے مالی وراثت میں نہ	ہبہ فدک کی روایا موضوع ہیں..... 35
درہم چھوڑا نہ دینا..... 17	اہل السنۃ اور اہل بدعت کون ہیں؟
فدک کا قضیہ اصل صورت حال... 18	40.....
(۱) عبدالعزیز کی روایت کے الفاظ..... 19	بدعت کبریٰ کے مرتکب کی روایت کو قبول
(۲) ابوالیمان کی روایت کے الفاظ..... 20	نہیں کیا جائے گا..... 41
(۳) یحییٰ بن بکیر کی روایت کے الفاظ... 21	
(۴) عبداللہ بن محمد کی روایت کے الفاظ 23	

حقیقتِ باغِ فدک

سوال: باغِ فدک کیا ہے؟

جواب: ”فدک“ ایک شہر کا نام تھا جو مدینہ منورہ سے شمالی جانب سے تقریباً تین منزل (۱۰۷ کلومیٹر) مسافت پر واقع ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وَأَمَّا فَدَكٌ وَ هِيَ بَفَتْحِ الْفَاءِ وَ الْمَهْمَلَةِ بَعْدَهَا كَافٌ يَلِدُ

بَيْنَهُمَا وَ بَيْنَ الْمَدِينَةِ ثَلَاثُ مَرَاحِل¹

ترجمہ: اور فدک کی فا اور دال دونوں زبر سے ہیں اور آخر میں

کاف ہے۔ یہ ایک شہر ہے جس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان

تین منزل کا فاصلہ ہے۔

۷ھ میں جب خیبر فتح ہو گیا تو یہود فدک نے مرعوب ہو کر

آنحضرت ﷺ کی اطاعت قبول کر لی اور پیداوار میں سے اہل خیبر کی

طرح حصہ دینا منظور کر لیا۔ اراضی فدک کی آمدنی میں سے آنحضرت

ﷺ اپنے گھر کے اخراجات اور حضرت علیؓ کے گھر کے اخراجات الگ

کر لیتے تھے۔ باقی ماندہ کو مساکین مدینہ اور یتامیٰ پر خرچ کرتے تھے۔

¹ شرح بخاری شریف

اسی فدک کی آمدنی میں سے جہاد فی سبیل اللہ اور آنے جانے والے مسافروں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ نیز بنو ہاشم کے نکاحوں پر اسی فدک کی آمدنی میں سے خرچ کرتے تھے۔ الغرض فدک کی آمدن سے آپ اس طرح تصرف کرتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ اس جہان سے روانہ ہونے لگے تو اللہ کی راہ میں وقف کر گئے اور فرمایا:

لَنَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورِثُ مَاتَرَ كُنَّا فَهُوَ صَدَقَةٌ¹

ہم پیغمبروں کی جماعت ہیں۔ کسی کو اپنا وارث بنا کے نہیں جاتے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ (وقف) ہو جاتا ہے۔ اور یہی حدیث شیعہ مکتبہ فکر کی بنیادی کتاب اصول کافی میں بھی ہے۔

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرَثُوا دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا²

تحقیقی سوال وجواب قضیہ فدک

(۱) سوال: قرآن مجید میں ہے:

يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلَ خَطِّ الْأُنثَيْنِ³

حکم کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں کہ ایک

¹ بخاری شریف

² اصول کافی باب ثواب العالم والمتعلم

³ پ ۴ سورۃ النساء آیت ۱۱

بیٹے اور دو بیٹیوں کا حصہ برابر ہے۔

کیا اس آیت کے خطاب میں جس طرح اُمتی داخل ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی داخل ہیں؟

جواب: اس آیت میں صرف آنحضرت ﷺ کے ماننے والوں کو خطاب ہے۔ آنحضرت ﷺ اس آیت کے خطاب کے مخاطب نہیں ہیں۔

۲۔ ”یوصیکم اللہ“ میں مخاطب مجمل ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے حدیث منقول اصول کافی رسول اللہ کی روشنی میں اور حضرت ابو بکرؓ صدیق کی حدیث منقول بخاری میں واضح کر دیا کہ ”یوصیکم“ کے خطاب میں پیغمبر داخل ہی نہیں۔

ان احادیث رسول میں خود آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو شامل نہیں کیا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ نے دوسری احادیث میں بعض دوسرے افراد کو بھی وراثت کے مسئلہ میں خارج کیا۔

(۱) فرمایا:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مِيرَاثَ وَلَدِ الْمَلَاعِنَةِ لِأُمِّهِ فَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ لَيْسَتْ بِحَيَّةٍ فَلَا قَرَبَ النَّاسِ إِلَى أُمِّهِ إِخْوَانَهُ

امام محمد باقر سے روایت ہے: آپ نے فرمایا: لعان والی عورت کا بیٹا مر جائے تو اس کی وارث اس کی ماں ہے۔ اگر ماں زندہ نہ ہو تو اس

مرد کے ماموں جو زیادہ قریب ہیں۔ (فروع کافی ج ۳ ص ۸۸)

(۲) فرمایا:

لَا مِيرَاثَ لِّلْكَافِرِ الْمُسْلِمِ

کافر، مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

(۳) قال رسول اللہ ﷺ: لَا مِيرَاثَ لِلْقَاتِلِ

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قاتل کے لئے مقتول کی میراث

نہیں۔ (فروع کافی ج ۳ ص ۷۷)

(۴) فرمایا:

عن ابی عبد اللہ قال لا یتوارث الحرو والمملوک

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: آزاد اور غلام ایک دوسرے

کے وارث نہیں ہو سکتے۔ (فروع کافی ج ۳ ص ۸۲)

امید ہے کہ سائل تخصیص کے ان نمونوں کے مطالعہ کرنے کے

بعد سمجھ گئے ہوں گے کہ شیعہ مکتبہ فکر کے محدثین نے بھی کتب

احادیث میں اس آیت میں تخصیص روار کھی ہے۔

اس آیت کی تخصیص کے لئے جو حدیثیں اہل سنت پیش کرتے ہیں

وہ چونکہ فریقین کی کتابوں میں برابر صحیح تسلیم کی گئی ہیں۔

(۲) سوال: قرآن مجید میں ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يٰرَبُّنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ



رَبِّ رَضِيْنَا

پس عطا کر مجھے ایک لڑکا جو میراث لے اور حضرت یعقوب کی اولاد

کا وارث بنے۔ اے میرے پروردگار! اس کو پسندیدہ بنا لو۔

سوال: یہ ہے لفظ وراثت مال کی وراثت میں حقیقت ہے اور علم و

نبوت میں مجاز ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا اور علم و نبوت میں اس کا استعمال کرنا کیا بدوں دلیل جائز ہے؟

جواب: اس آیت میں وراثتِ علم شریعت مراد ہے۔ مال کی وراثت

ہر گز مراد نہیں ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ پیغمبروں کی نگاہ میں مالِ دُنیا کی کوئی قدر و قیمت اور عزت و منزلت نہیں ہوتی۔ دُنیا دار چاہتے ہیں کہ ہماری کمائی اور جمع شدہ مال ہماری اولاد ہی کے کام آئے، کسی دوسرے کے کام نہ آئے۔

خدارا! ان بزرگوں کو اپنے پر قیاس نہ کرو۔ یہ دلیل عقلی ہے جو ہر عقلمند کو مجبور کرتی ہے کہ آیت زکریا میں علم شریعت کی وراثت مراد لیں۔ دنیوی چیزوں کی وراثت مراد نہ لیں اور اگر اس آیت کے ماقبل کو اور مابعد کو سوچ سمجھ کر دیکھ لیا جائے تو علمی میراث کے علاوہ کوئی معنی تصور میں نہیں آسکتے۔ دیکھیں آیت سے قبل میں یہ ارشاد ہے:

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي

اور میں ڈرتا ہوں اپنے رشتہ داروں سے جو میرے پیچھے رہنے

والے ہیں۔

اب سوچنا یہ ہے کہ حضرت زکریا کو کس بات کا ڈر ہے؟
جب از روئے شریعت خداوندی آپ کے رشتہ دار مال کے وارث
ہیں اور قانونِ خداوندی آپ کا مال آپ کے رشتہ داروں کو دلاتا ہے تو
پھر گھبراہٹ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ گھبراہٹ تو حقیقت میں احکام
شرعیہ سے گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے۔ اس صورت میں حضرت زکریا کی
دُعا میں بھی وراثتِ علم شریعت مراد ہوگی کہ آپ کو ڈر اس بات کا ہے
کہ میرے رشتہ دار میرے بعد علم شریعت کے پھیلانے میں اور دین
اسلام کی تبلیغ میں کوتاہی کر گئے تو یہ اندیشہ واقعی صحیح ہے اور انبیاء کی
شان کے مطابق ہے۔

اس صورت میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا میں بھی وراثتِ علم
شریعت مراد ہوگی اور اگر یہاں کوئی وراثتِ مال مراد لینے کی کوشش
کرے تو آیت کے ماقبل کے خلاف کرے گا۔ اس آیت میں دُعا
زکریا کے مابعد کو دیکھا جائے تو ارشاد ہوا ہے:

لِيَخْبِي خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ

یعنی اے یحییٰ! اس کتاب کو زور سے پکڑ لو۔

سائل کے علم میں ہو گا کہ یہ وہی حضرت یحییٰ ہیں جس کے لئے
حضرت زکریا نے اپنے پروردگار سے دُعا کی تھی۔ اگر حضرت زکریا کی

مراد مال کی وراثت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیتے کہ
یعنی اے یحییٰ! اس مال کو قوت سے پکڑ لو۔

پھر لفظ الکتاب کی جگہ لفظ المال مناسب ہوتا۔

لِيَحْيِيَ خُذِ الْمَالَ بِقُوَّةٍ

معلوم ہوا کہ ان عقلی اور نقلی دلائل سے حضرت زکریا علیہ السلام
کی دعائیں علم شریعت کے وراثت کی طلب ہے۔ مال کے وراثت کی طلب
نہیں ہے۔

(۳) سوال: قرآن میں آیا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَنُ دَاوُدَ (سورۃ نمل آیت ۱۶)

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داوود علیہ السلام کے
وارث (قائم مقام) ہوئے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ وراثت کا لفظ مال کی میراث میں حقیقت ہے
اور علم شریعت کی میراث میں مجاز ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب: اس آیت میں بھی نبوت اور بادشاہت کی وراثت قائم مقام

ہونا مراد ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں آگے ہے:

وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنَطِقَ الطَّيْرِ وَأَوْثِنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَإِنَّ

هَذَا هُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ (پ ۱۱۹ نمل آیت ۱۶)

اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی کی تعلیم دی

گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں۔ واقعی یہ صاف فضیلت ہے۔

اس جملہ میں اسم اشارہ کا مشاڑ الیہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے خود بیان فرمایا ہے جس کو تفسیر صافی ج ۲ ص ۷۳ پر نقل کیا ہے۔

فی الجوامع عن الصادق یعنی الملک والنبوت
یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اسم اشارہ سے مراد بادشاہت اور نبوت ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ آپ کے نزدیک حضرت سلیمان نبوت اور بادشاہت کے وارث ہوئے ہیں۔ اگر مال کی وراثت مراد ہوتی تو امام جعفر صادقؑ اسم اشارہ کی تفسیر فرماتے یعنی المال والنبوة۔ مال کے لفظ کو ترک کر دینا اور اس کی جگہ پر ملک و نبوت کو رکھ دینا صاف بتا رہا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کی مال میراث آپ کے خیال شریف میں موجود نہیں۔ یہاں سے اصول کافی کی حدیث ”ان الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا“ کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اور دوسری دلیل ایک حدیث ہے جو اصول کافی میں ہے:

قال ابو عبد الله عليه السلام ان سليمان ورث داود و ان
محمد و ورث سليمان (اصول کافی مطبوعہ تہران ص ۵۳)

حضرت داوود علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمانؑ ہوئے اور

حضرت سلیمانؑ کے وارث حضرت محمد ﷺ ہوئے۔

اس حدیث سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ محمد ﷺ اور سلیمان علیہ السلام میں جس قسم کی میراث ہے، سلیمانؑ اور داوود علیہ السلام میں بھی اسی قسم کی میراث ہے۔

(۲) نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ لفظ وراثت بغیر مفعول بہ کے مذکور ہو تو اس صورت میں بھی مالی وراثت کے علاوہ دوسری وراثت مراد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اصول کافی کی اس حدیث میں وراثت بغیر مفعول بہ کے مذکور ہے اور مراد نبوت اور بادشاہت کی وراثت ہے۔

(۳) تیسری دلیل: حضرت داوود علیہ السلام کے فرزندوں کی تعداد انیس (۱۹) تک کتب تفسیر اور تاریخ میں ملتی ہے۔

جیسا کہ نسخ التواریخ جلد اول ص ۲۷ پر حضرت داؤدؑ کے چھ بیٹوں کے نام یوں لکھے ہیں:

- | | | |
|------------|-----------|---------------|
| (۱) معون | (۲) کالاب | (۳) ابی شالدم |
| (۴) اودنیا | (۵) سعطیا | (۶) ایثر عم |

پھر آگے دوسرے بیٹوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

پس اگر آیت مذکورہ حضرت داؤد کی مالی میراث کا مذکور ہو تا تو آپ کے فرزندوں میں سے صرف حضرت سلیمان کے ذکر کرنے میں کون سا فائدہ ہے؟

کیا یہ مقصود ہے کہ باقی فرزندوں کو محروم کر دیا گیا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ کلام اللہ بے فائدہ ہونے سے پاک ہے۔ اس لئے اس آیت میں میراث نبوت اور بادشاہت مراد ہوگی۔ اور متنازعہ فیہ وراثت سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ اب اگر کوئی کہہ دے کہ بغیر دلیل کے مجازی معنی مراد لے رہے ہیں تو یہ اس کی سینہ زوری ہوگی۔

(۴) سوال: شیعہ مکتبہ فکر کی کتاب فلک النجات میں لکھا ہے:

ورث سلیمان من ابنہ داؤد الف فرس
یعنی حضرت سلیمان اپنے باپ داؤد علیہ السلام سے ہزار گھوڑے
کے وارث ہوئے۔

کیا اس سورہ نمل میں وراثت مالی مراد ہے جو متنازعہ فیہ ہے؟

جواب:

وَاللّٰهُ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ تعالیٰ کے لئے آسمانوں اور زمین کا قبضہ ہے۔

یعنی ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اللہ کا کوئی رشتہ دار فوت ہو گیا اور نعوذ باللہ آپ کو آسمان و زمین میراث میں مل گئے ہیں۔ لفظ وراثت معنی میں قبضہ کے بھی آتا ہے۔ کیوں کہ جب حضرت داؤد کی بادشاہی حضرت سلیمان کو مل گئی تو حکومت کے گھوڑوں پر بھی انہیں کا قبضہ ہو گیا۔ حکومت کے

خاص اموال کو حاکم ہی تصرف میں لاتے ہیں۔ اس قبضہ کو ایک مثال سے سمجھیں:

آج کل ہمارے ملک میں کچھ زمینیں ایسی ہیں جو حکومت کی ملک میں ہیں۔ متعلقہ آفیسرز یہ زمینیں رعایہ کو پٹہ پر دیتے ہیں اور وصول شدہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کر دیتے ہیں۔ کیا ان حاکموں کو کوئی عقل مند آدمی زمینوں کا مالک تصور کر سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت داود علیہ السلام کے بعد جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوئے تو شاہی گھوڑوں میں ان کا تصرف جاری ہو گیا۔ اسی تصرف اور انتظامی قبضہ کو مفسرین کرام نے وراثت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ وراثت بادشاہت ہے۔ جس کے ضمن میں گھوڑے کیا سب حکومت کے اموال حاکم کے تصرف اور انتظام کے اندر آ جاتے ہیں۔ اس سے مالک ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ہزار گھوڑے کے مالک ہوتے تو پھر آپ کو اپنی خاص ضروریات زندگی کے لئے ٹوکریاں بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ جو شخص ہزار گھوڑے کا مالک ہو وہ تو بڑا بھاری دولت مند ہوتا ہے۔ گھوڑوں کا تناسل اور فروخت اتنی کثیر تعداد میں کئی کنبوں کی پرورش کے لئے کفایت کرتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ گھوڑے آپ کی ذاتی چیز نہیں تھے بلکہ حکومت

کے املاک میں سے تھے۔ اسی لئے آپ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ٹوکرے بنا کر فروخت کرتے تھے۔

شیعہ مجتہد علامہ محمد حسین خوانصاری لکھتے ہیں:

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدَانِ إِنَّهُمَا

شرح میں لکھتے ہیں:

باوجود آں ملک و سلطنت زنبیل بافتے بجہت امر معاش خود بر

حصید خواب کر دے لحظہ از یاد حق غافل نہ بودے

ترجمہ: باوجود اس بادشاہی کے اپنے گزارے کے لئے ٹوکریاں

بناتے تھے اور چٹائی پر نیند کر لیتے تھے اور ایک دم بھی خدا تعالیٰ کی

یاد سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

قرآن میں بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر اور کچھ کی

وراثت کا ذکر بھی ہوا ہے۔ مگر کسی کی وراثت مالی کسی بھی جگہ مذکور نہیں

ہے۔ سب کی علمی، کتابی اور معنوی وراثت کا ذکر ہے۔ شیعہ مکتبہ فکر کے

ایک مصنف فلک النجات ص ۴۰۱ میں لکھتے ہیں:

قال الثعلبی فی عرائس المجالس ص ۲۰۰

وورث سلیمان داؤد یعنی نبوتہ و حکمتہ علمہ و حکمہ

حضرت سلیمان داؤد کے وارث ہوئے ان کی نبوت کے اور

حکمت کے اور علم کے اور بادشاہت کے۔

**(۱) حدیث لا نورث متفق علیہ ہے**

حضرت عمرؓ فاروق نے صحابہؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ اور
حضرت عباسؓ اور صحابہؓ سے پوچھا:

أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُ تَقْوَمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ
بِذَلِكَ نَفْسَهُ قَالُوا: قَدْ قَالَ ذَلِكَ فَأَقْبِلْ عُمَرُ عَلَى عَبَّاسٍ وَ
عَلِيٍّ فَقَالَ: أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَدْ قَالَ ذَلِكَ قَالَا: نَعَمْ¹

ترجمہ: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان زمین
قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہم
وارث کسی کو نہیں بناتے۔ جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس سے حضور ﷺ کی اپنی ذات مراد تھی۔ پھر حضرت عمرؓ
حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تم
دونوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں، تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ
نے ایسا فرمایا ہے؟ وہ دونوں کہنے لگے: ہاں درست ہے۔

(۲) حدیث لا نورث کتب شیعہ میں بھی موجود ہے

اصح الکتاب شیعہ اصول کافی میں ہے:

¹ بخاری شریف ج ۲ ص ۵۷۵-۹۹۶، تحفہ امامیہ ص ۷۸۸ از مولانا مہر محمد

ان العلماء ورثة الانبياء و ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما۔ ولكن ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر۔¹

ترجمہ: بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام درہم اور دینار کی میراث نہیں چھوڑتے لیکن وہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ جو وہ لیتا ہے وہ بڑی دولت حاصل کر لیتا ہے۔

اصول کافی کے باب ثواب العالم والمتعلم میں ایک لمبی حدیث کے آخر میں بخاری کی طرح نفی میراث کی حدیث موجود ہے۔²

(۳) میراث نبوی مالی کی نفی کتب شیعہ میں

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَ ذَلِكَ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَ أَنَا وَرَثُوا أَحَادِيثُ مِنْ أَحَادِيثِهِمْ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَقَدْ أَخَذَ حَظًّا وَافِرًا فَانْظُرُوا أَعْلَمَكُمْ عَمَّنْ تَأْخُذُونَ۔³

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا بے شک انبیاء کے وراثت علماء ہیں۔ اس لیے کہ انبیاء درہم و دینار کسی کو وراثت نہیں بتاتے۔ بلاشبہ وہ احادیث ہی وراثت میں چھوڑتے ہیں جو ان میں سے کچھ لے لیتا ہے وہ بڑا حصہ لے لیتا ہے۔ تم اپنے علم میں غور کرو کن

¹ اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۵ طبع ایران باب ان الائمه ورثوا علم الہی و جمیع الانبیاء

² تحفہ امامیہ ص ۱۷۹

³ اصول کافی باب صفۃ العلم ص ۳۲۔ تحفہ امامیہ ص ۱۷۹

لوگوں سے لے رہے ہو۔

(۴) محمد بن حنفیہ کو وصیت علیؑ کہ فقہا انبیاء کے وارث ہیں

و تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ فَإِنَّ الْفُقَهَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَكِنْهُمْ أَوْثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ

أَخَذَ بِحَظِّهِ وَافِرٍ۔ (من لا يحضره الفقيه ج ۲ ص ۳۳۶، تحفه امامیہ ص ۱۷۹)

ترجمہ: اور دین میں سمجھ حاصل کر اس لئے کہ فقہاء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے لیکن صرف علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ جو اس سے حاصل کرتا ہے وہ بڑا حصہ حاصل کرتا ہے۔

(۵) حضور ﷺ نے مالی وراثت میں نہ درہم چھوڑا نہ دینار

امام باقرؑ اپنے والد حضرت زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وراثت میں نہ درہم چھوڑا نہ دینار، نہ باندی نہ غلام، نہ بکری نہ اونٹ۔

آپ ﷺ کی روح اس حالت میں قبض ہوئی کہ آپ کی زرہ مدینہ کے یہودی کے پاس ۲۰ صاع جو کے بدلے گروی تھی۔ جو آپ ﷺ نے اہل و عیال کے خرچ کے لئے ادھار لئے تھے۔¹

¹ کتاب شیعہ قرب الاسناد حمیری ص ۴۴، تحفه امامیہ ص ۱۸۱

فدک کا قضیہ اصل صورتِ حل

امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ وہ یہ واقعہ پانچ راویوں سے الگ الگ نقل کرتے ہیں اور ہر روایت کے راوی ابن شہاب ہیں۔

حضرت علیؓ عباسؓ	ام المومنین حضرت عائشہؓ				(۱)
حضرت عمرؓ بن الخطاب	عروۃ ابن زبیر				(۲)
مالک بن اوس حدثان سفری	ابن شہاب زہری				(۳)
ابن شہاب زہری	معمر	عقیل	شعیب	صالح	(۴)
شعیب	ہشام	الیث	ابو الیمان	ابراہیم بن سعد	(۵)
ابو الیمان	ابراہیم بن موسیٰ	عبداللہ بن محمد	یحییٰ بن بکیر	عبدالعزیز بن عبداللہ	(۶)
بخاری ج ۲ ص ۵۲۶	بخاری ج ۲ ص ۵۲۸	بخاری ج ۳ ص ۶۰۳	بخاری ج ۲ ص ۶۱۶	بخاری ج ۲ ص ۲۰۷	بخاری ج ۲ ص ۱۶۰ کتاب الجہاد
نارا ضحیٰ مذکور نہیں					ناخوشی مذکور ہے



(۱) عبدالعزیز کی روایت کے الفاظ

عبدالعزیز بن عبداللہ، ابراہیم بن سعد، صالح ابن شہاب، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق سے مطالبہ کیا کہ رسالت مآب ﷺ کے اس ترکہ میں سے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بطور فرائض عنایت فرمایا تھا، ان کا میراث کا حصہ ان کو دے دیں۔ تو صدیق اکبر نے ان کو جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں کہ ہمارے مال میں عمل میراث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس پر جناب فاطمہؓ (فغضبت) ناخوش ہوئیں اور اپنی وفات تک صدیق اکبر سے گفتگو نہ کی۔

(قَالَ لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتِ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتُهُ حَتَّى تَوَفَّيْتُ)

تبصرہ: حضرت ابو بکر صدیق نے حدیث رسول سنائی تو کیا حضور ﷺ

کا فرمان سن کر کوئی سنانے والے سے ناراض ہوتا ہے؟ یا اپنے آپ پر غصہ آیا ہو گا کہ کاش! میں یہ سوال نہ کرتی۔ اور پھر اس مطالبہ پر اپنی موت تک سوال نہ کیا۔ کیوں کہ حضور ﷺ کے فرمان پر خوش ہو گئیں۔

(۲) ابو الیمان کی روایت کے الفاظ

ابو الیمان، شعیب، زہری، عروہ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس آدمی بھیج کر ان سے اپنی میراث طلب کی، یعنی وہ چیزیں جو خدا نے اپنے رسول ﷺ کو ”فے“ کے طور پر دی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کا مصرف خیر جو مدینہ اور فدک میں تھا اور خیبر کی متروکہ آمدنی کا پانچواں حصہ۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ آل محمد اس مال یعنی خدا داد مال میں سے کھا سکتے ہیں۔ ان کو یہ اختیار نہیں کہ کھانے سے زیادہ لے لیں۔ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے صدقات کی جو حالت آپ کے زمانہ میں تھی، میں اس میں کوئی تبدیلی نہ کروں گا۔ بلکہ وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے تشہد پڑھا، پھر کہا: اے ابو بکرؓ! ہم آپ کی فضیلت و بزرگی سے خوب واقف ہیں۔ اس کے بعد آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہؓ کی قرابت اور حق کو واضح کیا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مجھے رسول اللہ ﷺ کی



قربت سے سلوک کرنا (أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي) اپنی
قربت کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

تبصرہ: یہ روایت بھی وہی ہے لیکن اس میں نہ فغضبت کے الفاظ
ہیں اور نہ موت تک کلام نہ کرنے کے الفاظ۔ حالانکہ اوپر سے یہ سب
روایتیں حضرت عائشہؓ سے منسوب کی گئی ہیں۔

دوسرا اس میں خود جانے کا نہیں بلکہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ذریعہ
مسئلہ دریافت کرانے کا ذکر ہے جو کہ صدیق اکبرؓ نے حدیث رسولؐ سنا کر
واضح کر دیا کہ ایسا ہی کروں گا جیسا حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا۔
اصل واقعہ اتنا ہی معلوم ہوتا ہے باقی ناراضگی والے اضافے راوی
کے اپنے اضافے ہیں۔

(۳) یحییٰ بن بکیر کی روایت کے الفاظ

یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ، حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا سے روایت کرتے ہی کہ بنت نبی ﷺ نے (کسی کو)
حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس بھیجا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے
اس مال کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ اور فداک سے دیا تھا اور
خیبر کے بقیہ خمس کی میراث چاہتے ہیں تو ابو بکرؓ صدیق نے جواب
دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ

ہے۔ ہاں آلِ محمد ﷺ اس میں سے کھا سکتی ہے۔ اور میں رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں آپ کے عہد مبارک کے عمل کے خلاف بالکل تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اور میں اس میں اسی طرح عمل درآمد کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کچھ بھی حضرت فاطمہؓ کے حوالے نہ کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے اس کے بعد وفات تک (اس معاملہ میں) گفتگو نہ کی۔ حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

(فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت)

تبصرہ: اس روایت میں بجائے ”فغضبت“ کے لفظ ”فوجدت“ کے ہیں۔ اس میں بھی راوی کا یہ گمان ہے اور اس میں بھی یہی ہے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے بعد وفات تک پھر اس قضیہ کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔

جب صدیق اکبرؓ نے حدیث رسول سنادی کہ ایسا ہی کروں گا جیسا رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور فرمانِ رسول ﷺ کے تحت ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اس کے بعد پھر مطالبہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور ناراض ہونے کا بھی



تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیا کوئی مومن یا مومنہ حضور ﷺ کے فرمان سنانے پر ناراض ہو سکتا ہے یا ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ بھی راوی کا اپنا الحاق ہے۔

(۴) عبد اللہ بن محمد کی روایت کے الفاظ

بخاری شریف باب ۹۱۱ قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقة

حدیث ۱۶۳۲

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ
الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ، وَالْعَبَّاسَ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضِيهِمَا مِنْ فَدَكٍ،
وَسَهْمَهُمَا مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

لَا نُورِثُ مَا تَرَكَْنَا صَدَقَةً، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا
الْمَالِ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَا أَدْعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ، قَالَ: فَهَجَرْتُهُ فَاطِمَةُ
فَلَمْ تُكَلِّمْنِي حَتَّى مَاتَتْ (بخاری ج ۳ کتاب الفرائض (میراث) ص ۶۱۶)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم
چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

حدیث: ہم سے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، ان سے ہشام نے حدیث بیان کی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہؓ نے کہ فاطمہؓ اور عباسؓ ابو بکرؓ کے پاس آنحضور ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ بلاشبہ آل محمد ﷺ اسی مال میں سے اپنا خرچہ پورا کرے گی۔

ابو بکرؓ نے کہا: واللہ! میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا۔ جسے میں نے آنحضرت ﷺ کو کرتے دیکھا ہو گا، وہ میں بھی کروں گا۔ بیان کیا کہ اس پر فاطمہؓ نے ان سے مطالبہ چھوڑ دیا اور موت تک ان سے اس بارے میں بات نہیں کی۔

تبصرہ: اس روایت میں بھی ”لفضبت“ کا لفظ نہیں ہے۔ اس میں بھی ہے کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ دونوں گئے تھے اور صدیق اکبرؓ کے جواب سے ایسے مطمئن ہوئے کہ پھر موت تک یہ تقسیم ترکہ کا مطالبہ نہیں کیا اور اس بارے میں پھر بات یعنی گفتگو نہیں کی۔

ارشاد نبوی ﷺ کہ وہ تو مطمئن ہو گئے لیکن ابو بکرؓ صدیق کے مخالف قیامت تک مطمئن نہیں ہوں گے۔

**(۵) ابراہیم بن موسیٰ کی روایت کے الفاظ**

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ
الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ
وَالْعَبَّاسَ، أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ
وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ:

لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا
الْمَالِ، وَاللَّهُ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ
أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي (بخاری شریف ج ۲ کتاب المغازی حدیث ۱۲۰۷ باب ۳۸۱)

ابراہیم بن موسیٰ، ہشام، معمر، زہری، عروہ، حضرت عائشہؓ سے
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ عروہ حضرت عائشہؓ سے
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت
فاطمہؓ زہرا دونوں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آکر اپنا ترکہ فدک اور
آمدنی خیبر سے مانگنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: میں نے
رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہم لوگوں کا کوئی وارث نہیں
ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ آل محمد اپنی گذر
کے لئے اس میں سے لے سکتے ہیں۔ رہا سلوک کرنا تو اللہ کی قسم
میں رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے سلوک کرنے کو اپنے

رشتہ داروں سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔

تبصرہ: اب اس روایت میں بھی حضرت فاطمہؓ کے صرف پوچھنے کا تذکرہ ہے۔ آگے یہ نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ حضور ﷺ کا ارشاد سن کر (غضبِت) ناخوش سی ہو گئیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ رافضی نے اپنے گمان سے روایت میں جوڑ دیئے جو کہ حقیقت میں بھی درست نہیں کیوں کہ حدیث رسول ﷺ میں نہ کہ وہ راضی (خوش) تو ہو سکتی ہیں، ناراض نہ ہو سکتی ہیں، نہ ہوئی ہیں۔

یہ ٹوٹکہ رافضی نے جوڑ کر اہل بیتؓ اور صحابہؓ اور ابو بکر صدیقؓ کے درمیان رنجش ظاہر کر کے دراصل دونوں کے خلاف اپنا عقیدہ اور نظریہ ظاہر کیا ہے۔ اہل سنت کے عقیدہ میں وہ ناراض نہیں بلکہ خوش ہوئی ہوں گی۔

تحقیق

بخاری شریف کے پانچوں مقامات پر کوئی فقرہ ایسا نہیں ہے جس کا ترجمہ تاوفات ناراضگی ہو۔ اور فغضبِت کا لفظ بھی صرف ایک روایت میں ہے۔

(۲) اس عبارت کے سرے پر جو لفظ ”قال“ آیا ہے وہ ظاہر کرتا

ہے کہ یہ فقرہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے فرمودات میں سے نہیں ہے۔
بلکہ اس فقرے کو ذکر کرنے والا کوئی مرد ہے۔ کیوں کہ قال صیغہ
واحد مذکر ہے۔ پس کوئی شبہ نہ رہا کہ اس حدیث میں جو ترک گفتگو یا
ناراضگی کا فقرہ ہے وہ اس اسناد کے راویوں میں سے کسی مرد راوی کا کیا
ہوا ہے۔

اور یہ فقرہ خواہ ابن شہاب زہری نے کہا ہے یا ان کے شاگرد
راویوں میں سے کسی نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

یہی روایت ابن جریر کی تاریخ الامم جلد دوم ص ۴۴۸ پر موجود
ہے وہاں بھی لفظ ”قال“ مذکور ہے۔

جس سے واضح ہوتا ہے کہ ترک گفتگو اور ناراضگی کی روایت
حضرت ام المومنین سے نہیں ہے بلکہ کوئی مرد راوی ہے۔

جو اس روایت کی اسناد میں موجود ہے۔

اور اس لئے کہ ان میں سے جو راوی سب سے مقدم ہے وہ حضرت
عروہ بن زبیرؓ ہیں جن کی ولادت ۲۲ھ میں ہے۔

اور واقعہ مذکورہ کا قصہ ۱۱ھ کا ہے۔ گویا پہلے راوی کی پیدائش سے
بھی یہ ۱۱ سال پہلے کا واقعہ ہے۔

صحیح بخاری میں پانچ مقامات پر مختلف راویوں سے یہ روایت ہے ان
میں سے بھی صرف ایک آخری راوی عبدالعزیز کی روایت میں یہ

لفظ ہے اس کے علاوہ چار روایتوں میں کسی راوی نے یہ لفظ نہیں کہا۔ اور شیعہ علامہ ابن میثم بحرانی کی روایت میں یہ لفظ آیا ہے کہ ”فروضیت بذلک“ یعنی حضرت سیدہ اس پر خوش ہو گئیں۔

یہی اہل سنت کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے خوش دنیا سے گئیں۔

لفظ غضبت راوی کی ملاوٹ ہے

حضرت سیدہ فاطمہؑ کے فدک کے بارے میں صدیق اکبرؓ سے دریافت کے سلسلہ میں مختلف راویوں سے تقریباً ۱۵ اسنادوں کے ساتھ یہ روایت مختلف الفاظ میں کتب حدیث و تاریخ میں پائی جاتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے مخالفین ان میں سے منقول صرف ایک روایت کے لفظ غضبت کو لے کر سادہ لوح مسلمانوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان صحابہ نے بڑا ظلم کیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو باغ فدک جو کہ وراثت میں ان کا حق تھا نہ دیا۔ جس سے وہ ان سے ناراض ہو گئیں۔ اس روایت کی حقیقت کیا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کریں۔ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے انتقال فرمانے کے دو سو (۲۰۰) سال بعد امام بخاریؒ نے جب اس دور کے محدثین اور مؤرخین سے احادیث نقل کیں تو اس بارے میں انہوں نے پانچ راویوں سے یہ روایت جس طرح سنی بخاری شریف میں درج کر دی چار راویوں نے اس روایت میں غَضَبْتُ کا لفظ نہیں بیان کیا۔ لیکن

ایک راوی عبد العزیز بن عبد اللہ نے اپنی روایت میں غضبت کا لفظ بھی ملایا ہوا نقل کر دیا۔

اس طرح ان تمام مقامات پر حضرت عائشہ تک ۵ روایتوں کی سند مروی ہے۔ ان سب راویوں میں صرف حضرت عائشہ تک کی روایتوں میں صرف ایک راوی ابن شہاب زہری سے منقول روایت میں بھی صرف ایک راوی عبد العزیز کی روایت میں غضبت کا لفظ ہے۔ باقی حضرت عائشہ اور دوسرے صحابہ سے منقول کسی روایت میں یہ لفظ نہیں اور نہ ہی ابن شہاب زہری سے منقول ہے۔

حدیث میراث نبوی

حضرت ابو بکر و عمر فدک کا مال سنت نبوی کے مطابق تقسیم کرتے رہے۔

قضیہ فدک میں حضرت فاطمہؓ فیصلہ صدیقی پر خوش ہو گئیں تھیں۔ اب واضح ہو کہ حضور ﷺ کی سنت کے مطابق فدک کا مال حضرت ابو بکر صدیق اور اسی طرح حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ تقسیم کرتے رہے۔

عام مورخین کے علاوہ بعض شیعہ مورخین بھی حضرت ابو بکرؓ کے اہل بیت کو خرچہ دینے کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہؑ کا صدیق و فاروق سے راضی ہونا

شیعہ مکتبہ فکر کے علامہ میثم بحرانی نے بھی حضرت ابو بکر کے اعزاز اور رضا فاطمہؑ کے متعلق لکھا ہے:

وَذَلِكَ أَنَّ لَكُمْ مَا لَا بِيكَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْخُذُ مِنْ فَدَكِ قُوَّتِكُمْ وَيَقْسِمُ الْبَاقِي وَيَحْمِلُ عَنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ لَكُمْ عَلَى اللَّهِ أَنْ أَضْعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَضَعُ فَرَضِيَّتَ بِذَلِكَ وَ أَخَذَتْ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهِ وَ كَانَ يَأْخُذُ غَلَّتْهَا فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ وَيَقْسِمُ الْبَاقِي وَ كَانَ عُمَرُ كَذَلِكَ ثُمَّ كَانَ عُثْمَانُ كَذَلِكَ ثُمَّ كَانَ عَلِيٌّ كَذَلِكَ¹

اور وہ یہ کہ آپ کو وہ کچھ ملے گا جو رسول اللہ ﷺ سے ملا کرتا تھا۔ حضور ﷺ فدک سے تمہاری خوراک لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے تھے اور جہاد میں سواریاں فراہم کرتے تھے۔ آپ کے لئے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں فدک میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ اس معاہدہ پر خوش ہو گئیں۔

اور وہ وعدہ پختہ لے لیا۔ حضرت ابو بکرؓ فدک کا غلہ لے کر اہل بیت

¹ حدیدی شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۴، شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی ج ۵ ص ۱۰۷، ومثله فی درة النجفیه شرح نہج البلاغہ ص ۳۳۲



کو اتنا دیتے جو ان کو پورا ہوتا پھر باقی تقسیم کر دیتے پھر حضرت عمرؓ

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی اسی طرح عمل جاری رکھا۔

فائدہ: اس شیعہ روایت سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہؓ

حضرت ابو بکر کے ارشاد نبوی سننے پر فغضبیت (ناخوش سی ہوئیں) غلط

ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ فَرْضِیَّت (راضی ہوئیں)۔ اصل صورت حال

یہ ہے۔ معلوم ہوا کہ فغضبیت کا لفظ راوی کا اپنا ٹوٹکا ہے۔

ازواجِ مطہرات نے بھی ترکہ کی تقسیم کا مطالبہ ترک کر دیا تھا

امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ :

أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ..... الخ

قَالَ : فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عَزْرَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ : صَدَقَ

مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَقُولُ : أَرْسَلَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلُهُنَّ لِمَنْهُنَّ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ

عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَنَا أَرْدَهُنَّ، فَقُلْتُ

لَهُنَّ : أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ، أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ، يَقُولُ : لَا نُورَثُ مَا تَرَ كُنَّا صَدَقَةً، يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ

إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ،

فَانْتَهَى اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى مَا اُخْبِرْتُهُنَّ،
 قَالَ: فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مِّنْعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا، فَعَلَبَهُ
 عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ
 بِيَدِ عَلِيٍّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنِ كِلَاهُمَا كَانَ
 يَتَدَاوَلَانِيهَا، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنِ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا¹

ترجمہ: امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ابو الیمان سے، انہیں
 خبر دی شعیب نے انہیں خبر دی ابن شہاب الزہری نے انہوں نے
 فرمایا کہ اُن کو خبر دی مالک بن اوس نے۔۔۔ الخ
 ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا تذکرہ عروہ بن
 زبیر سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ مالک بن اوس نے یہ روایت تم سے
 صحیح بیان کی۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ سے سنا
 ہے۔ آپ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج نے عثمانؓ
 کو ابو بکر صدیق کے پاس بھیجا (جب وہ خلیفہ بنے) اور اُن سے
 مطالبہ کا ارادہ کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو ”قے“ اپنے رسول ﷺ
 کو دی تھی اس میں سے ان کے حصے ملنے چاہیں۔ لیکن میں نے
 انہیں روکا اور ان سے کہا:

¹ بخاری شریف جلد ۲۔ کتاب المعازی باب ۸۳۔ حدیث ۱۲۰۴



تم اللہ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا آنحضرت ﷺ نے خود نہیں فرمایا تھا کہ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ کا اشارہ، اس ارشاد میں خود اپنی ذات کی طرف تھا۔ البتہ آلِ محمد (ﷺ) کو اس جائیداد میں سے (حسب سابق) ملتا رہے گا۔

جب میں نے ازواجِ مطہرات کو حدیث سنائی تو انہوں نے بھی اپنی رائے بدل دی۔

عروہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ یہی وہ صدقہ ہے جس کا انتظام پہلے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو اس کے انتظام میں شریک نہیں کیا تھا بلکہ خود ہی اس کا انتظام کرتے تھے۔ (اور جس طرح آنحضور ﷺ، ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے اسے خرچ کیا تھا اسی طرح انہیں مصارف میں آپ بھی خرچ کرتے تھے۔)

حضرت علیؓ کے بعد وہ صدقہ حضرت حسنؓ بن علیؓ کے انتظام میں آگیا تھا۔ پھر حضرت حسینؓ بن علیؓ کے انتظام میں رہا۔ پھر حضرت علی (زین العابدین) بن حسینؓ (ثقی) اور پھر حسن (ثقی) بن حسن کے انتظام میں رہا۔ یہ دونوں حضرات اس کا انتظام و انصرام نوبتِ نبوت کرتے رہے۔ آخر میں یہ صدقہ حضرت زید بن حسنؓ کے انتظام میں آگیا تھا اور یہ حق ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا

صدقہ تھا۔

حاصل: اس تفصیلی روایت میں صاف وضاحت ہے کہ فدک کے باغ کی آمدن حضرت علی المرتضیٰ کی نگرانی میں حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق آل محمد میں یعنی ازواج مطہرات اور حضرت علی المرتضیٰ کی آل و اولاد وغیرہ میں تقسیم ہوتی تھی۔ اور یہ سلسلہ اولاد حضرت علی المرتضیٰ میں ہی آگے متولی ہونے کا چلتا رہا۔ اور وہی اس باغ فدک کی آمدن فرمان نبوی کے مطابق تقسیم کرتے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات نے فرمان نبوی، حضرت عائشہؓ سے سن کر فدک کی تقسیم کا خیال بدل لیا، جس طرح حضرت فاطمہؓ، حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمان نبوی سن کر مطمئن ہو گئی تھیں۔ اس سے راوی کا خیال کہ فرمان نبوی کو سن کر حضرت فاطمہؓ ناخوش سی ہو گئیں غلط گمان ہے۔

یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فرمان نبوی سن کر ازواج مطہرات تو مطمئن ہو جائیں اور حضرت فاطمہؓ ناخوش ہو جائیں یہ راوی کا اپنا نظریہ تو ہو سکتا ہے اہل بیت رسول کے بارے میں یہ تصور بھی غلط ہے کہ فرمان نبوی سن کر وہ ناخوش سی ہوئی ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راویوں کے غلط گمان سے اور اہل بیت رسول کے ذمہ بدگمانی کے الزام سے محفوظ رکھیں۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور

حضرت عثمانؓ و علیؓ کی محبت اور عقیدت سے ہمارے دلوں کو منور کر دیں۔ آمین۔

ہبہ فِذک کی روایات موضوع ہیں

مسئلہ میراثِ انبیاء سے جب مخالفین عاجز آگئے تو ہبہ فِذک کی حدیث گھڑی گئی۔

دعویٰ میراثِ دعویٰ ہبہ کی نفی کرتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میراثِ موت کو چاہتا ہے اور ہبہ حیات کو۔ مطالبہ فِذک اگر ہوا ہے تو ضروری ہے کہ میراث کی بنا پر ہو یا ہبہ کی بنا پر ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مطالبے کی بنیاد میراث اور ہبہ دونوں پر رکھی جاسکے۔ کیوں کہ اس میں اجتماعِ تفسیصین صریح طور پر پایا جاتا ہے۔

اگر مخالفین ان دونوں لفظوں کے معانی کو سوچتے تو ایک ہی دعویٰ میں دونوں لفظوں کو ہرگز جمع نہ کرتے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر مطالبہ فِذک میراث پر مبنی ہے تو ہبہ کی روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ اگر یہی مطالبہ ہبہ پر مبنی ہے تو قصہ میراث باطل ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کاروائی نہایت اچھی ہے کہ مطالبہ کی بنیاد میراث کو لکھا ہے۔ اور ہبہ کی روایت کو اپنی کتاب بخاری شریف میں

کہیں بھی نہیں لکھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ مطالبے کو میراث پر استوار کیا جائے تو ہبہ کا نام لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

سوال: بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ہبہ فدک کی حدیث کو تسلیم کر کے ایک وثیقہ لکھ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے وہ وثیقہ حضرت فاطمہؓ سے لے کر پھاڑ ڈالا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ روایت بھی شیعہ کی گھڑی ہوئی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ابی حدید شیعہ نے اپنی کتاب حدیدی شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۹ پر اس روایت کے موضوع ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس روایت میں ایک راوی ابو یحییٰ تمیمی جس کا نام اسمعیل بن ابراہیم اہل ہل ہے۔

تہذیب التہذیب جلد اول ص ۴۸۱ پر لکھا ہے:

قال ابو داود شیعہ

یعنی ابو داود نے اس کے بارے میں شیعہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

دوسرے راوی عباد بن یعقوب کے بارے میں میزان الاعتدال جلد

دوم ص ۱۶ پر لکھا ہے کہ:

غالی شیعہ تھا اور صحابہ کرام کو بہت بُرا جانتا تھا۔

نیز تہذیب التہذیب جلد پنجم ص ۱۱۰ پر لکھا ہے:

قال ابن حبان: کان رافضیاً داعیہ

ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ (عباد بن یعقوب) رافضی تھا اور لوگوں کو رافضی کی طرف دعوت دیتا تھا۔

میزان الاعتدال طبع جدید جلد دوم ص ۷۹ پر لکھا ہے:

عباد بن یعقوب کے شیعہ ہونے کی تفصیلاً بحث موجود ہے۔¹

تیسرے راوی فضیل بن مرزوق کے بارے میں میزان الاعتدال جلد دوم ص ۳۳۵ قدیم، طبع جدید جلد سوم میں بھی ان کا شیعہ ہونا ظاہر کیا ہے کہ یہ موضوعات کی روایات رویت کرنے کا عادی تھا۔

چوتھے راوی عطیہ عوفی کوئی کے بارے میں میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۰۱ طبع مصر میں لکھا ہے کہ سالم مرادی کہتا ہے کہ عطیہ اپنے آپ کو شیعہ میں ظاہر کرتا تھا۔

نیز کتاب میزان الاعتدال جلد سوم ص ۷۹ طبع جدید میں بھی لکھا ہے۔
نیز تہذیب التہذیب جلد ہفتم ص ۲۲۶ پر لکھا ہے کہ عطیہ کلبی کا خاص شاگرد ہے۔ اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید بنارکھی تھی۔ حدیث بیان کرتا تو لوگ پوچھتے کہ یہ حدیث تجھ کو کس نے بتائی؟ وہ فوراً کہہ دیتا کہ مجھ کو ابو سعید نے بتائی۔ پس لوگوں کے خیال میں ابو سعید خدری

¹ ہدی اساری لابن حجر العسقلانی میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے اٹھارہ ایسے رواۃ حدیث کے نام گنوائے ہیں جن کی احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں اور وہ رواۃ شیعہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے عباد بن یعقوب کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ وہ رافضی تھے۔

آجاتے کیوں کہ ابو سعید کی کنیت سے وہ مشہور تھے۔ حال یہ ہے کہ کبھی کی مراد ابو سعید کلبی سے ہوتی تھی۔

ابن حبان کہتے ہیں: عطیہ کوئی کی حدیث نقل کرنا حلال نہیں ہے مگر تعجب کے طریق پر۔ (تحقیق فدک از احمد شاہ بخاری ص ۱۲۹)

اب اگر یہ روایت کسی سنی کتاب در منشور وغیرہ میں بھی ہے تو اس روایت کے راوی شیعہ ہیں اور تقیہ میں بعض سنی بن کر روایت کرتے رہے۔ جس سے اگر کسی سنی محدث نے لکھا ہے تو روایت کا راوی جب شیعہ ہے تو اس کو سنی روایت تسلیم نہیں کیا جاسکتا، بخلاف اس کے کسی روایت کا کتب شیعہ میں درج ہونا۔ اس کے حقیقت میں شیعہ ہونے کی پختہ دلیل ہے۔

کیوں کہ سنی عالم نے اپنے آپ کو نہیں چھپایا اور علمائے اہل سنت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس نے ساری زندگی تشیع کے لباس میں گزاری ہو اور حقیقت میں سنی ہو۔

پس اہل السنۃ کا شیعہ علماء کو دھوکا دینا ممکن نہیں ہے اور شیعہ علماء کا اہل سنت علماء کو دھوکا دینا واقعات میں سے ہے۔ پس جو روایت کتب شیعہ میں موجود ہوگی وہ خاص شیعہ کی روایت ہوگی اور جو روایت کتب اہل سنت میں پائی جائے گی وہ قابل تحقیق ہوگی۔ اگر اس کے راوی شیعہ ہیں تو شیعہ کی روایت تصور کی جائے گی، اہل سنت پر حجت نہیں ہوگی۔

اور اگر اس کے سب راوی سنی ہیں تو ضرور اہل سنت کی روایت ہو گی اور اہل سنت پر حجت کا کام دے گی۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی (المولود ۳۳۳ھ المتوفی ۱۱۱ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ الْحَسَنِ شَفِيقُ النَّضْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَصَمِ نَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ:

كَانَ فِي الزَّمَنِ لَاؤُلَ لَا يَسَاءَ لَوْ أَنَّ الْأَسْنَادَ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ سَاءَ لَوْ أَنَّ الْأَسْنَادَ لَكِي يَأْخُذُوا حَدِيثَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَ

يَذْعُو أَحَادِيثَ أَهْلِ الْبِدْعِ (كتاب العلل ص ۱۴، ترمذی ج ۲ از امام ترمذی)

ترجمہ: محمد بن علی بن حسن شفیق نصر بن عبد اللہ اصم، اسماعیل بن زکریا، عاصم، ابن سیرین سے منقول ہے کہ پہلے زمانہ میں اسناد کے بارے میں سوال نہیں ہوتا تھا لیکن جب فتنہ برپا ہو گیا تو لوگوں نے اسناد کے بارے میں سوال شروع کیا تا کہ اہل سنت کی روایتیں لے لیں اور بدعتیوں کی روایات چھوڑ دیں۔

امام مسلم بھی صحیح مسلم شریف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ ثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يُؤَيَّسُ لَوْ أَنَّ الْأَسْنَادَ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا اسْمُوا النَّارَ جَا لَكُمْ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيَنْظُرَ إِلَى أَهْلِ الْبِدْعِ فَلَا

يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ (مقدمہ صحیح مسلم شریف ج ۱ از امام مسلم)

ترجمہ: ابو جعفر محمد بن صباح السمعیل بن زکریا عاصم الاحول ابن سیرین سے بیان کرتے ہیں: پہلے حضرات اسنادِ حدیث ہی دریافت نہ کرتے تھے۔ لیکن فتنہ پیا ہو جانے کے بعد اہل سنت راویان کی حدیث قبول کر لی جاتی تھی اور اہل بدعت کی حدیث رد کر دی جاتی تھی۔

اہل السنّت اور اہل بدعت کون ہیں؟

شیعہ مکتبہ فکر کی کتب میں بھی حضرت علیؓ المرتضیٰ کا قول منقول ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا: اہل البدعت اور اہل السنّت کون لوگ ہیں؟ فرمایا:

أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا سَنَّهَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَإِنْ قَلُّوا وَ
أَمَّا أَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ وَ لِكِتَابِهِ وَ لِرَسُولِهِ
الْعَامِلُونَ بِرَأْيِهِمْ وَ أَهْوَاءِهِمْ وَإِنْ كَثُرُوا۔¹

ترجمہ: اور اہل سنت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ کے امر سے اور رسول اللہ ﷺ کے امر سے اگرچہ وہ کہیں تھوڑے ہوں۔ اور اہل بدعت وہ ہیں جو اپنی آراء

¹ احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۲۴۶ مولفہ ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی



اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ کہیں زیادہ ہوں۔
 حضرت علیؑ الرضیٰ کا یہ قول اہل سنت کی کتابوں میں بھی ہے:
 وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ الْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا سَنَّهَ اللَّهُ لَهُمْ وَرَسُولُهُ وَإِنْ
 قَلُّوا وَأَمَّا أَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالَفُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَرَسُولِهِ
 الْعَامِلُونَ بِرَأْيِهِمْ وَأَهْوَاءِهِمْ وَإِنْ كَثُرُوا وَقَدْ مَضَى مِنْهُمْ
 الْفَوْجُ الْأَوَّلُ وَبَقِيَتْ أَفْوَاجًا¹

ترجمہ: اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
 ﷺ کے مقرر کردہ طریقہ پر چلتے ہیں گو کہ وہ تعداد میں کم ہی
 کیوں نہ ہوں۔ اور اہل بدعت لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کی
 کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہوں، اپنی رائے اور
 اپنی خواہش پر عمل کرتے ہوں گو کہ ان کی تعداد زیادہ کیوں نہ
 ہو۔ ان کی پہلی فوج گزر چکی ہے اور فوجیں ابھی باقی ہیں۔ ان کا
 استقبال اللہ ہی کے سپرد ہے۔

بدعتِ کبریٰ کے مرتکب کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا

اہل بدعت میں دو قسم کے لوگ ہوئے ہیں:

¹ مسند و کعب بن جراح۔ کنز العمال ج ۱۶ حدیث ۴۴۲۰۹

☆ ایک بدعتِ صغریٰ کے مرتکبین

☆ دوسرے بدعتِ کبریٰ کے مرتکبین

بدعتِ صغریٰ کے مرتبین وہ ہوتے ہیں جو عقیدے یا عمل میں بدعتی ہوتے ہیں۔ یعنی جن کی بدعت عقیدہ یا عمل میں کفر تک نہیں پہنچی ہوتی۔ ایسے شخص کو بدعتی کہا جاسکتا ہے۔ اگر وہ دیگر اصولِ حدیث پر پورا اترتا تھا تو اس کی روایت لے لی جاتی تھی۔

اور بدعتِ کبریٰ کے مرتکبین وہ ہوتے ہیں جو عقیدے یا عمل میں بدعتی ہوتے ہیں اور ان کے بدعتی عقائد و اعمال حدود کفر تک جا ملتے ہیں۔ ایسا شخص خواہ اس بدعت کی دعوت دے یا نہ دے، بہر حال اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ خواہ وہ شخص اپنے کردار میں کیسا ہی سچا اور کھرا کیوں نہ ہو۔

حضرات فقہاء و محدثین نے یہ اصول قائم کیا اور پھر وہ روایتِ حدیث کو اسی اصول پر پرکھتے چلے گئے کہ کسی راوی میں کیا بدعت تھی۔ جب کسی کی بدعت عقیدے یا عمل کی حد کفر تک پہنچی ہوتی تھی تو اس سے روایتِ حدیث کرنا ترک کر دیتے تھے۔ اور اگر وہ بدعت درجہ کفر سے کم ہوتی تھی اور اس راوی میں دیگر کوئی جھوٹ اور دھوکہ دہی وغیرہ کا عیب نہیں پایا جاتا تھا تو اس کی روایت کو قبول کر لیا جاتا۔

اس اصول ہی کے مطابق حدیث کی کسی روایت میں جب کسی شیعہ



راوی کا نام آیا تو بعض حضرات فقہاء و محدثین نے بدعتی، شیعہ، مرجئی، خارجی کی روایت بھی قبول کر لی جس کی بدعت عقیدے یا عمل کی حد کفر سے کم تھی۔

اسی اصول کے تحت ائمہ اہل سنت حضرت امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام نسائی اور ان کے علاوہ بھی بے شمار محدثین کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں اہل تشیع سے روایات حدیث نقل کی ہیں۔ مذکورہ محدثین کے دور میں یہ اہل تشیع تفتیہ کر کے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر نہیں کرتے تھے۔ بعد میں جب ان کا شیعہ ہونا ظاہر ہو گیا، تب محدثین کے علم میں آیا۔

پھر اسی اصول کے مطابق اگر روایت حدیث میں کوئی ایسا راوی آگیا جو شیعہ ہونے کے ساتھ ساتھ رافضی بھی ہے کہ اس کی بدعت حد کفر تک پہنچتی ہے تو اس کی روایت حدیث نہیں لی جاتی تھی۔

مثلاً کوئی ایسا راوی حدیث ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا علیؑ دنیا میں دوبارہ واپس تشریف لائیں گے یا پھر وہ معاذ اللہ صحابہ کرام کے لئے سب و شتم کا قائل ہے تو یہ شخص شیعہ ہونے کے ساتھ ساتھ رافضی بھی ہے۔ اب اس کی روایت نہیں لی جائے گی۔ گویا ان حضرات ائمہ کرام نے شیعہ رافضی کی روایت کو چھوڑ دیا، جب ان کا شیعہ رافضی ہونا علم میں آگیا۔

اس اصول کی تفصیل کے لئے کتب اسماء الرجال شاہد ہیں۔

(۱) ہدی الساری لابن حجر العسقلانی

(۲) تدریب الراوی فی شرح تقریب النوای

(۳) الفیض السہابی علی سنن النسائی

(۴) المدخل للحاکم عیشاپوری مع تحقیق احمد بن فارس اسلام

(۵) مقدمہ اعلاء السنن، للشیخ ظفر احمد عثمانی

اور اصول حدیث پر ان محولہ کتب کے علاوہ ائمہ حدیث نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ہدی الساری میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ۱۸ ایسے رواۃ کے نام گنوائے ہیں جن کی احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں اور وہ رواۃ شیعہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے عباد بن یعقوب کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ وہ شیعہ رافضی تھے۔ لیکن حضرت امام بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔ صحیح مسلم تو شیعہ راویوں سے بھری پڑی ہے اور حضرت امام مسلم نے ان سے روایت کی ہے لیکن اس وقت سب کا رافضی ہونا ظاہر نہیں ہوا تھا۔ صحیح بخاری و مسلم کے یہ تمام شیعہ راوی اس معنی میں شیعہ ہیں جس معنی کی تشریح اصول حدیث کے مطابق کی گئی ہے۔ ان شیعہ راویان حدیث کی وہ احادیث جن میں خلفائے راشدین یا صحابہ کرام پر سب و شتم ہے، ترک کر دی جائیں گی کہ ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اعتماد نہیں رہا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی اسی اصول کے قائل تھے کہ شیعہ رافضی سے روایت نہ لی جائے۔ ان کے متعلق خطیب بغدادی نے جو روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ:
سَأَلَ أَبُو عَصْمَةَ أَبَا حَنِيفَةَ: لِمَنْ تَأْمُرُنِي أَنْ أَسْمَعَ الْأَثَارَ؟
قَالَ: مَنْ كُلِّ عَدْلٍ فِي هَوَاوِ إِلَّا الشَّيْعَةَ، فَإِنْ أَصَلَ عَقْلَهُمْ
تَضَلَّلُوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ¹

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ ابو عاصمہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے عرض کیا کہ میں صحابہ کرام کے آثار کس سے سنا کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ہر اس شخص سے سنو جو اپنی بدعات (ہوئی) میں اعتدال سے کام لیتا ہو لیکن دیکھو شیعہ راویوں سے روایت نہ لینا۔ کیوں کہ ان کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام گمراہ تھے۔

اس روایت میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مراد شیعہ رافضی ہیں۔

¹ الکفاية في معرفة اصول علم الرواية، باب ذكر بعض المنقول عن ائمة اصحاب الحديث في جواز الرواية عن اهل الاهواء والبلاغ، رقم الحديث: ۳۳۸، ج ۱ ص ۳۸۲، ماہنامہ الندوہ ج ۳ ش ۱، ماہ صفر ۱۴۳۳ھ جنوری ۲۰۱۲ء مولفہ مفتی سعید خان

کیوں کہ شیعہ رافضی کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ صحابہ کرام جو دین، وحی، کتاب اور سنت کی تصدیق کرنے والے اور اسلام کے مذہب حق ہونے کے پہلے گواہ ہیں، ان پر جرح کر کے ان کی ثقاہت پر تہمت لگائی جائے اور انہیں ناقابل اعتبار ٹھہرایا جائے۔ تاکہ دین کے یہ ستون کمزور قرار پائیں اور اسلام کی عمارت گر جائے۔

آٹھویں صدی ہجری کے سرخیل ائمہ حدیث، قائد المحدثین زبدۃ المورخین امام ذہبی حافظ ابو عبد اللہ احمد بن احمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

جَمَهُورُ الْأُمَّةِ عَلَى تَرْجِيحِ عُثْمَانَ عَلَى الْأَمَامِ عَلِيٍّ وَإِلَيْهِ
تَذَهَبُ وَالْخَطْبُ فِي ذَلِكَ يَسِيرُ وَالْأَفْضَلُ مِنْهُمَا لَا شَكَّ
أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ مَنْ خَالَفَ فِي ذَافِهِوَ شَيْعَى جُلْدَ مَنْ أَبْغَضَ
الشَّيْخَيْنِ وَاعْتَقَدَ صَحَّةَ إِمَامَتِهِمَا فَهُوَ رَافِضِي مَقِيتٌ وَمَنْ
سَبَّهُمَا وَاعْتَقَدَ أَنَّهُمَا يَسَايَا مَامِي هَدَى فَهُوَ مِنْ غِلَاةِ الرَّافِضَةِ
أَبَعْدَهُمُ اللَّهُ¹

ترجمہ: جمہور امت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور ہم (اہل سنت و الجماعت) اسی کے قائل

¹ سیر اعلام النبلاء، امداد قطنی ج ۱۶ ص ۴۵۷، ماہنامہ الندوہ ج ۳ ش ۱، صفر ۱۴۳۳ھ، جنوری ۲۰۱۲ء



ہیں۔ اور یہ فیصلہ کرنا بہت ہی آسان ہے۔ اور یقیناً اس عقیدے میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے بعد آنے والے ان دونوں حضرات خلفاء سے افضل ہیں اور جو شخص اس عقیدے کا مخالف ہے (یعنی حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کو افضل نہیں سمجھتا) وہ پکا شیعہ ہے۔ اور جو بھی شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) سے نفرت رکھے لیکن ان کی خلافت کو درست سمجھے، وہ قابل نفرت بہت بڑا رافضی ہے۔ جو حضرات شیخینؓ کو بُرا بھلا کہے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ پہلے دونوں خلفاء راہِ ہدایت کے امام نہیں تھے تو وہ ایسے غالی رافضیوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور فرمائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا وَاٰلِہٖٖ وَسَلَّمَ

خادم الہست

حافظ عبد الوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۱۵ شعبان ۱۴۳۳ھ مطابق ۶ جولائی ۲۰۱۲ء بروز جمعہ المبارک

☆☆☆☆

النور منجنت

ڈب مارکیٹ پنوال روڈ چکوال
0334-8706701
zedemm@yahoo.com

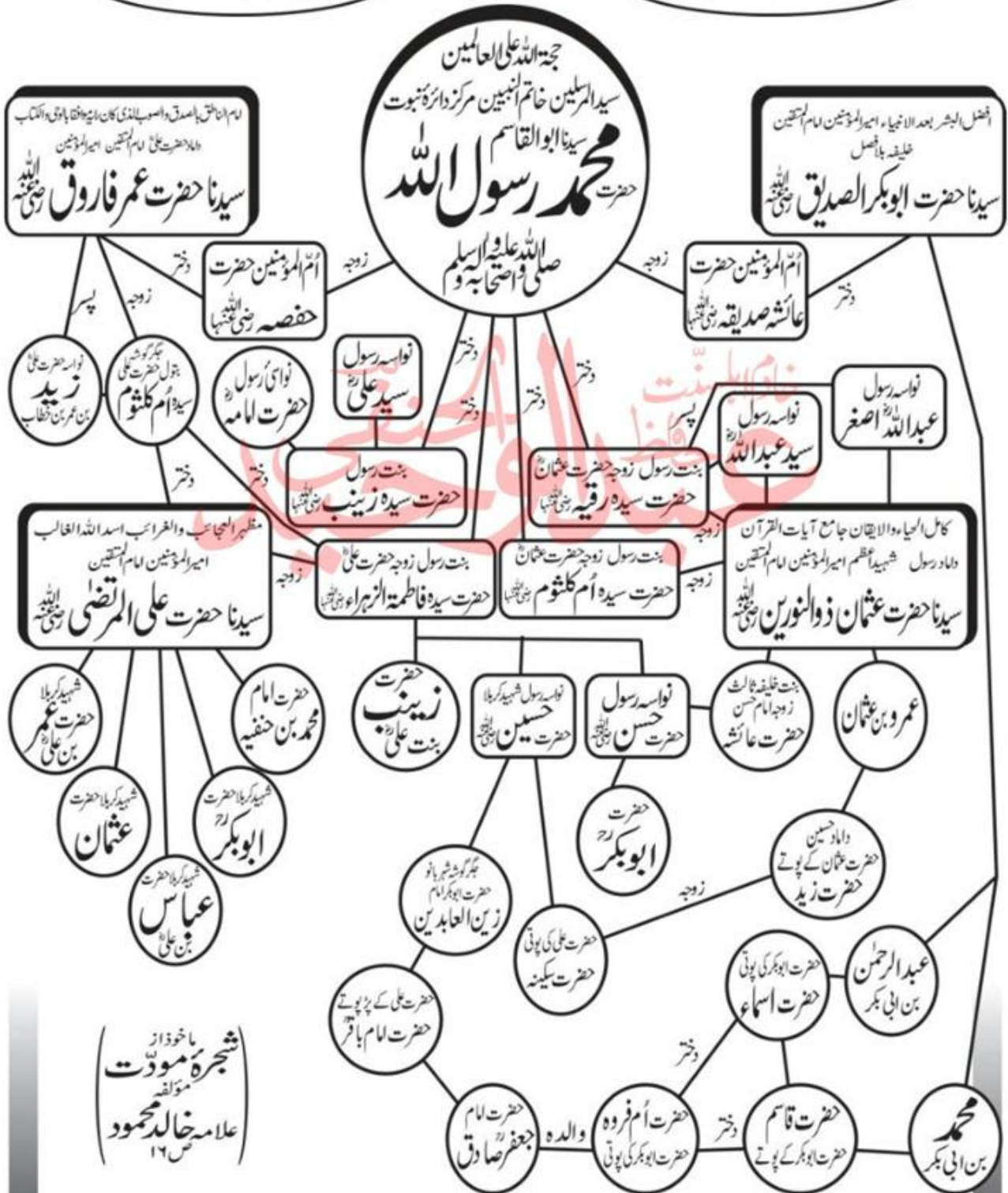
اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ
اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات
اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں

قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى [شوری پ ۲۵]
 فرما دیجیے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر رشتہ داروں میں محبت چاہیے۔

شجرہ موڈت

یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی



● 0334-8706701 0543-421803 ●
 الشورہ منجمنٹ چکوال